© rasailojaraid.com



# "فارسی اد. پر"
# مثنوی مولانا روم کا اثر

از ڈاکٹر نجم الآفاق صدیقی
ایم ۔ اے ۔ ڈی ۔ فل ۔

مذکورہ بالا عنوان مثنوی مولانا روم کی ادبی، لسانی اہمیت کی وضاحت کا مقتضی ہے اس سلسلۂ تحریر میں ہمیں فارسی ادب کی تدریجی ترقی، اسلوب بیان، خیالات اور رجحانات کے ماتحت مولانا روم کے علمی کارناموں، خاندانی ماحول، تعلیم و تربیت، ان کی اخلاقی اور تعلیمی ارتقاء، صحبت، اساتذہ، تعلیم گاہ اور سب سے زیادہ ان کی روحانی اصلاح کے سلسلے میں واضح طور پر نہ سہی اجمالاً تبصرہ کرنا ہوگا۔ ساتھ ہی ساتھ فن شاعری کی مشہور صنف مثنوی کی تعریف اس کے تدریجی ارتقاء سے بحث کرنی ہوگی۔ سب سے اہم اور ضروری موضوع جس کی وضاحت کے بغیر مضمون تشنہ رہے گا اور تصوف، اس کی اصطلاح، اس کی معنویت، اثرات اور تمام ضروری مسائل کو روشناس کرانا ہوگا۔

فارسی ادب میں جو اصناف ممتاز طور پر قابل اعتنا ہیں وہ قصیدہ، غزل اور مثنوی ہیں جیسا کہ ایک مشہور قطعہ عام طور پر زبان زد عوام ہے۔

در شعر سہ تن پیمبران اند ہر چند کہ لا نبی بعدی
ابیات و قصیدہ و غزل را فردوسی و انوری و سعدی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



شاعر نے غالباً یہ قطعہ شاہنامہ کی تصنیف کے بعد کہا ہے جس کا تعلق محمود غزنوی کے بہت بعد کا ہے۔ بیشک شاہنامہ بہت قابل قدر کتاب ہے اور فردوسی اس کی تحسین کا مستحق رہا ہے جب رزم و پیکار کا بازار گرم تھا اس وقت اس کا رزمیہ پوری آب و تاب سے شاہی ادب کا پسندیدہ تھا جس کا جواب نہ تھا۔ خدا نے فردوسی کو سلیقہ بخشا اور اس نے شاہنامہ لکھ کر عزت حاصل کی، ایسے ہی قصائد میں بھی انوری نے بڑھ چڑھ کر شعرا سے داد حاصل کی۔

ہاں ان تین شعری پیغمبروں میں شرف قبول کی پائدار شہرت حضرت سعدی کو ملی کہ کسی دور میں کسی حال میں ان کی مجموعی شہرت میں کمی نہ آئی۔ سعدی کا کارنامہ اعظم ان کی مقبول ترین تصنیف گلستاں بوستاں ہے جو آج بھی اسی آب و تاب قدر و قیمت اور کثرت سے چھپتی بکتی اور پڑھی جاتی ہے۔ فارسی ادب کی یہ بے مثل کتاب اپنی مقبولیت اور پسندیدگی کی بنیاد پر آج بھی ہر لائق افتخار بر روزگار رہے۔ غور طلب یہ بات ہے کہ دراصل گلستاں بوستاں کی مقبولیت اتنی اس قدر کیوں ہے تو دو باتیں جو بظاہر صاف نمایاں ہیں ہر کس و ناکس کی سمجھ میں آجائیں گی۔ مذہب اسلام جس کی بنیاد تعلیم اور جس کا مطمح نظر انسانی اطوار کی اصلاح فطرت انسانی پر قائم ہو کر ہر طبقہ کے آدمیوں کا آدمی بنتا ہے اور جو اپنے طرز عبادت اور معاملات میں ساری دنیا کے مذاہب سے منفرد ہے جس کا نظام عوام، خواص، امیر و غریب سب سے یکساں ہے جس نے نہ تو تیاگ اور تجرد کی تعلیم دی ہے اور نہ ایسی ریاضت و مشقت کا پابند کیا ہے جو بعض مذاہب نے اصلاح و عمل سے جائز رکھے ہیں وہ ضبط و برداشت کی ایسی تعلیم دی ہے کہ ایک گال پر تھپڑ کھا کر دوسرا گال سامنے کر دو بلکہ اس کی تعلیم فطرت پر ہے کہ ہر حال میں اپنی انا کو فنا نہ ہونے دو عزت نفس پر قائم رہو دانت کا بدلہ دانت اور نقصان کا بدلہ نقصان ہے لیکن خدا بھی تجاوز نہ ہو چونکہ تجاوز نہ ہونے پر عوام کو قابو نہیں لہٰذا حکم ہے کہ اسے معاف کر دو اور ساتھ ہی یہ بھی ہوئی تعلیم ہے کسی حال میں علیحدگی پسندی نہ اختیار کرو سب سے کٹ کر پہاڑ کھوہ۔ غار میں جا گزیں دو ہو۔ لت، گوشہ نشینی، ایسی جگہ کی تلاش جہاں سکون سے عبادت یا سوچ بچار رہ سکے جائز ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



خانقاہ ہو یا مسجد کوئی گوشہ ہو یا جنگل لیکن کسی حال میں بھی متعلقین سے غفلت جائز نہیں بلکہ حقوق واجب الادا ان کی ادائیگی تمام طاعت وعبادت اور گوشہ نشینی پر مقدم ہے۔ آدمیوں کا آدمیوں سے ملنا جلنا نہ ہوگا تو ان کی اخلاقی کمزوریوں کا اندازہ کیسے ہوگا اور ان کمزوریوں کی اصلاح کیسے ہوگی۔ پھر ماں باپ کے حقوق، ساتھیوں کے ساتھ حسن سلوک، بیوی بچوں کی دیکھ ریکھ، عام آدمیوں سے مناسب برتاؤ، معاشرت اور معاش کے ضابطوں پر عمل کیسے ہوگا جب کہ انھیں سمجھا ہو۔ صحیح عمل یہی مذہب ہے۔ سعدی صاحبؒ اپنی تصنیف گلستان بوستاں میں انھیں موضوعات کے پیش نظر بیش بہا نظریے، قصص، روایات، تمثیلیں جمع کرکے دوامی شہرت پائی ہے۔ یہ ان کا خلوص ان کی بندگی تھی کہ مقبول دو عالم ہو گئی۔

غور طلب بات یہ ہے کہ ان تمام حسنات کی محرک اور ترغیب دینے والی طاقت کو یہ بات ہر ذہن پر خود بخود روشناس ہو جائے گی جیسے ہم صرف ایک مثال سے سامنے لا رہے ہیں اور وہ یہ کہ خلاق عالم نے ساری کائنات کی تخلیق میں جس صناعی سے کام لیا ہے وہ یہ ہے کہ اس پروردگار نے اس عالم فانی کو مجموعۂ تضاد بنایا ہے۔ حکماء عقلاء کے نزدیک تضاد کا اجتماع محالات سے ہے یعنی آگ پانی، سیاہ سفید ایک ہی جگہ نا ممکن ہے کہ جمع ہوں لیکن اس صناع مطلق نے ہر جگہ اپنی قدرت کا مظاہرہ کیا ہے۔ دن، رات، آرام و تکلیف، بلند و پست، خشکی تری، عذاب و ثواب، نیکی و بدی، مروت، بے مروتی ہے یہی تضاد حسن تخلیق کائنات ہے اور بنیاد آفرینش۔ فرشتے اللہ کی تسبیح میں محو تھے سارا عالم ساکن غیر متحرک اور یکساں تھا تخلیق نے آفرینش آدم کے ذریعے سکون کو حرکت سے جمود کو زندگی سے بدلا۔ زندگی کو اونچ نیچ دی آرام تکلیف بخشا، حدود حدود دی اور اختلافات و تصادم کا مجموعہ بنا کر جماعتی پیدا کی اور اسی جذبۂ خصوصی کی تدریجی ترقی نے آدمیوں کو خواہش بخشی، تکمیل خواہش کا جذبہ دیا جس سے ابتداءً بڑے بڑے جھگڑے کھڑے ہوئے۔ قوت نفس نے خود غرضی پیدا کی۔ ہر شخص ایک دوسرے کا مد مقابل آیا باہم ٹکراؤ ہوئے۔ انفراداً پھر اجتماعاً یہی ہماری فطرت بن گئی وہ تنہا آدمی جماعتی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

[illegible] دنیا کے گوشوں میں پھیلنے لگا پھر اس نے جنگلی زندگی سے الگ زندگی اختیار [illegible]
آہستہ آہستہ ان کی زندگی میں قانون قاعدے وضع ہوئے۔ جھگڑوں نے صلح اور میل جول [illegible]
ضابطے بنائے۔ تدریجاً ساری دنیا کے حصوں میں آدمی اپنے اپنے علاقوں اور زمینوں [illegible]
ہوا اور ماحول کے اثر سے سدھار قبول کر کے اپنی اپنی جگہ ہموار اور استوار زندگی گزار[نے]
لگے تھوڑے تھوڑے علاقوں پر قابض ہو کر اپنے اپنے طور پر اپنے اپنے رجحانات کے [illegible]
سہنے کے ضابطے جینے کے ڈھنگ، ایک دوسرے سے حسن سلوک سے پیش آنے کے قوانین بنا[ئے]
انھیں ضابطوں کی وضاحت کے بغیر یہ بات ظاہر کرنی مناسب ہے کہ اکثر و بیشتر بڑے بڑے
علاقہ داروں اور طاقتوں میں ایسے ایسے تصادم بھی ہوئے جن کی بنیاد پر بہت سی تہذیب تہ[س]
نہس ہو گئی۔

حقیقتاً اصول زندگی کے ضابطے ہی معاشرت کہلائے حصول رزق کی جدوجہ[د کے]
نتائج کو ہم نے معیشت قرار دیا۔ باہمی رابطہ کا نظم اخلاق کہلایا۔ حکمرانوں کا نفاذ احکا[م]
جن اصولوں پر مبنی رہا سیاست بنا۔ طاعت اور بندگی خداشناسی کی جدوجہد مذہب کے ر[وپ]
میں ابھری۔ غرض تمام ابتدائی اصول مرور ایام کے ساتھ باضابطہ فن اور علم بن گئے۔ مذہ[بی]
نقطہ نظر سے اسلامی تعلیم دو حصوں پر تقسیم ہے، شریعت اور طریقت۔ شریعت احکام عبا[دات]
و معاملات و قوانین اسلام کی عملی حالت کی تشریح اور فرائض کے مسائل کا مجموعی ضابطہ ہے۔
فرائض میں حق العباد، مسائل اور قوانین نیز حق اللہ کے مسائل و قوانین شامل ہیں یعنی حج، روز[ہ]
نماز، زکوٰۃ اور جہاد کے جملہ مسائل، نیز انسانی حقیقت سے باہمی تعلقات کے تمام حقوق جس[کا]
سارا تعلق انسانی ظاہری اعمال، اجسام، رسم و رواج، رہن سہن، میل جول اور معاشرتی [illegible]
سے ہے۔ دوسرا پہلو طریقت کا ہے جس کی روح رواں تصوف ہے۔ طریقت بندہ اور خدا کا وہ صحیح
لگاؤ ہے جس کی بنیاد پر مالک اور غلام کا تصور ابھرتا ہے۔ خالق کائنات کا زبانی اقرار اور اس [کے]
احکام پیش کردہ انبیاء پر عمل شریعت ہے اور عملاً یقین، فعلاً عمل اور ہمہ اوقات تصوراتی انداز [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



عبارت تصوف کا اجمال ہے۔

اب ہم لفظ تصوف کی تشریح اور اس کی معنویت پر تبصرہ کیے بغیر اپنے مضمون کو آگے بڑھانا مناسب نہیں سمجھتے۔ لہٰذا عام زبان میں تصوف علم و عمل سے مرکب جذبہ یا حالت یا عمل کو سمجھا جاتا ہے بظاہر شریعت میں بھی علم و عمل کا نام صاحب شریعت ہوتا ہے لیکن اس کے برعکس تصوف کی اجمالی تعریف یہ ہے کہ پہلے عمل ہو اور اس پر مداومت ہو اس عمل کے نتیجہ میں علم پیدا ہو۔ وضاحت یہ ہے کہ تمام آدمیوں کو اشیاء کا جو ادراک ہوتا ہے اس کا عام ذریعہ طریقہ تعلیم و تعلم ہے یعنی بات جان کر علم حاصل کر کے جو نتیجہ ذہن اخذ کرتا ہے وہی معلومات کہلاتے ہیں لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بغیر غور و فکر دفعتہً ایک چیز کا علم ہوتا ہے اور یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ کیسے ہوا۔ کیوں کر ہوا۔ اصطلاح میں ایسے علم کو الہام کہتے ہیں لیکن یہ الہام عام نہیں ہے یہ نتیجہ ہے تزکیہ نفس کا اور تزکیہ نفس ریاضت اور عمل کا نتیجہ ہے جو انسان کا قلب تمام دنیا کی محبتوں۔ دل فریب اشیاء کی کشش اور ہوسناک دلچسپیوں اور تعلقات سے کنارہ کشی کرنے اور یکسو ہو کر خدا کی مرکزی اشیائی قوت کی طرف متوجہ ہونے اور ہوا و ہوس سے مطلقاً احتراز کی بنیاد پر پیدا ہوتا ہے یہ تصوف کی راہ کا بنیادی اور ابتدائی اصول ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تصوف کی ابتدائی صورت حال کے ساتھ حسب مشق۔ ریاضت اور محنت کو مداومت حاصل ہوتی ہے تو تمام حقائق کی پیچیدہ گرہیں کھلنی شروع ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا مختصراً یوں سمجھیے کہ تصوف علوم باطنی علوم کا اجمالی نام ہے تصوف کی راہ پر کامیابی سے چل نکلنے والے کو صوفی کہتے ہیں۔ صوفی خشوع و خضوع کا مجموعہ ہوتا ہے اس پر اللہ کی ہیبت اور خوف و ادب کا غلبہ ہوتا ہے یہ خوف و ادب حقیقی ہوتا ہے جو شرعی قوانین کے خوف و ادب سے مختلف ہوتا ہے مثلاً اللہ کا رازق ہونا سبھی مانتے ہیں اور حقیقتاً اس اعتراف کے ساتھ طلب معاش میں کوشاں رہ کر یقیناً کامیابی کا حقیقی فاعل خدا کو سمجھتے ہیں لیکن طلب معاش کی سرگرمیوں، حصول مقصد کے اضطراب اور کامیابی ناکامی کے ہراس سے دل پاک نہیں رہتا بخلاف ان کے صوفی وجود در اصل بھی اگر ویرانہ میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



بھی ہو جاتے جہاں کوسوں آب روانہ تھا پھر بھی اسے تکدر اور انتشار ہوتا کیونکہ صبر و شکر توکل و رضا قناعت اور تواضع کا منبع اس پیالے کی تہہ کو ہی سمجھا صوفی کے مسلک کے مطابق علمی و عملی میں کسی پیغمبر اثبات ہے کہ کوئی عالم عبودیت میں یہاں اس سے بعید نہیں۔

صوفی کا لفظ تصوف سے بنا ہے جو اصل اپنی اصلیت کے لحاظ سے سوف تھا۔ یونانی زبان میں سوف کے معنی حکمت ہیں۔ سوفی یعنی حکیم کے لیے یہ لفظ بولا جاتا تھا پھر اس کو س سے بدل کر صوفی کر دیا گیا یہ معنی علامہ ابوریحان بیرونی کی تحقیق ہے۔ صاحب کشف الظنون نے حکماء اشراقیہ مشرب کو اصطلاحاً صوفیہ کہا ہے۔

مختصراً یہ کہ دوسری تیسری صدی میں طاعت ظاہری عبادات شرعی کے ساتھ تنہائی میں غور و فکر، ذکر و اذکار کی مشق اور ریاضت و محنت کی کثرت نیز انسانی خواہشات کی روک تھام نے ایک طرح کی ایسی قوت جسے ہم روحانی قوت کہتے ہیں پیدا کر دی اور بیشتر مسلمان صوفیہ نے خود علم الٰہی سے وافر حصہ پا کر اپنے اردگرد اور اپنے ماحول سے متاثر افراد کو تعلیم دینے کا ڈھنگ پھیلایا جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ دین حق کے دو شعبے ہیں علمی اور عملی طاعات عبادات کی طریقوں اور حلال و حرام، مکروہ مباح کے احکام نیز ادائیگی حقوق کی وضاحتیں مشتمل ہے جس کو اصطلاحاً فقہ بھی کہتے ہیں۔ عملی شعبہ مجاہدات و ریاضت کے ذریعہ روحانی ترقی اور باطنی کمالات کو قوۃ سے فعل میں لاتا ہے اسی کا نام تصوف ہے مطلب اس اجمال تفصیل کا یہ ہے کہ جیسے ہدایہ، دُرّ مختار علم فقہ کی مایۂ ناز کتابیں اور شعبۂ دین کی علمی حصہ کی اصل اصول ہیں ایسے ہی مثنوی معنوی، اور مثنوی مولانا روم علم تصوف کی مدرج اور عملی دین کے شعبہ کے اصول مطالب کا لب لباب ہے۔ وصول اصطلاح صوفیہ میں اپنی ہستی موہومات پا کر عملی ہستی کے حق میں پیوستہ ہو جانے کو کہتے ہیں اور یقین سے مراد یہ ہے کہ بعض نورانی قلب اور قوت ایمان سے مشاہدہ غیب ہو جائے جس میں کسی دلیل کی ضرورت نہ ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اسرار و رموز وصول و یقین سے مقصود رموز معرفت اور حقائق تصوف ہیں۔ یہاں یہ بات بہرحال ذہن نشین رہے کہ مذہب کا یہ تعلق علم احکام اور علم تصوف دونوں پر شامل ہے مولانا نے مثنوی شریعت میں علم شریعت اور علم تصوف کو آپس میں سا تھ متضاد سنس پیش کیا بلکہ یہاں کا اعلیٰ درجہ کا کمال ہے کہ آپ کی مثنوی مبارک بالکل کلام الٰہی کی طرح احکام شرعی اور مسائل تصوف پر مشتمل ہے یہ اس قدر پیچیدہ اور مشکل مسئلہ اور موضوع ہے جس کے بڑے بڑوں کو عہدہ برآ ہونا نصیب نہ ہو سکا ہے صرف مولانا کی ذات تھی کہ وہ اس تضاد سے کوئی عہدہ برآ نہ ہو سکے ہیں۔ اسی کامیابی نے یہ شعر کہلوایا ہے کہ :

"مثنوی مولوی معنوی ہست قرآن در زبان پہلوی"

اس پیچیدہ اور مشکل بحث کو نظر انداز کر کے ہم عنوان مذکورہ بالا کے بنیادی موضوع کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرا رہے ہیں اور وہ ہے صاحب مثنوی کا تعارف اور مختصر حال مثنوی شریعت کے مصنف کا نام نامی محمد تھا جس کی وضاحت یہ ہے کہ محمد بن محمد بن حسین بلخی اور ان کا لقب جلال الدین تھا ان کا سلسلۂ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے آپ کے بزرگ دادا حسین بلخی اپنے عہد کے صاحب حال بزرگ اور نامی گرامی صوفی تھے سلاطین وقت ان کی بے حد تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ محمد خوارزم شاہ جو خراسان سے عراق تک کے تمام ممالک کا ذی اقتدار عالی شان بادشاہ گزرا ہے ان کی اعلیٰ صلاحیتوں سے متاثر ہو کر اپنی عزیز بیٹی ان کو بیاہ دی تھی جس کے بطن مبارک سے مولانا کے گرامی قدر والد کہ بہاؤالدین محمد پیدا ہوئے جو خود بھی اپنے عہد کے مشہور صوفی عالم اور ایک عالی مقام بزرگ گزرے ہیں جن کی طرف عوام کا رجوع تھا اس سلسلے سے مولانا گویا خوارزم شاہ کے نواسے ہوئے مولانا ۶۰۴ھ میں بمقام بلخ پیدا ہوئے لہٰذا ان کا آبائی وطن بلخ ہی قرار پائے گا۔ ان کی پیدائش گاہ یہ جہاں تھی۔ ان کی پیدائش کے بعد ان کے بزرگ والد کی طرف رجوع عام کی بڑھتی ہوئی صورت حال نے حکومت کو ان کی طرف سے مشکوک کر دیا اور بنظر اشتباہ سے دیکھے جانے لگے صوفی منش

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



بزرگ کو ایسی صورت حال کی برداشت کیسے ہو سکتی تھی چنانچہ آپ نے وہاں رہنا خلاف مصلحت سمجھا اور مریدانِ خاص میں تین سو مخصوص بزرگوں سمیت بعزم ہجرت روانہ ہو گئے، راستے میں یہ جدھر سے بھی گزرے اطراف و جوانب کے ذی علم لوگ اور شرفا کا اژدہام اور ان کی عقیدت مند عوام گروہ گروہ ان سے ملنے آتے تھے۔ یہ ۶۱۸ھ میں نیشا پور جا پہنچے ان کے آنے کی خبر سن کر حضرت خواجہ فریدالدین عطار خود اُن سے ملنے کو آئے اس زمانے میں مولانا روم کی عمر کل چھ سال کی تھی لیکن پیشانی سے آثار بلندی یعنی ان کے بشرہ سے ان کی عظمت ظاہر ہو رہی تھی ——

خواجہ صاحب مذکور نے شیخ بہاؤالدین ان کے بزرگ والد سے کہا کہ دیکھو تم اس جوہر قابل سے غافل نہ ہونا۔ بہر حال یہ نیشا پور کچھ روز ٹھہر کر بغداد پہنچے جہاں برسوں قیام رہا پھر انھوں نے سفر حجاز اختیار کیا حجاز سے شام ہوتے ہوئے زنجان آئے پھر زنجان سے متعدد شہروں میں ہوتے ہوئے بالآخر قونیہ پہنچے جہاں جا کر ٹھہر گئے۔ قونیہ کے قیام میں جمعہ کے روز ۱۸ ربیع الثانی ۶۳۸ھ میں وفات پائی۔ مولانا نے ابتدائی تعلیم اپنے پاکیزہ بزرگ والد سے ہی حاصل کی۔ شیخ بہاؤالدین (ان کے باپ کے) کے مریدوں میں سید برہان الدین محقق بڑے پایہ کے بزرگ عالم فاضل تھے۔ مولانا کے والد نے اپنی حیات ہی میں انھیں مولانا کے آغوشِ تربیت میں دے دیا تھا۔ مولانا نے اکثر علوم و فنون انھیں بزرگ سے حاصل کیے۔ والد کی وفات کے دوسرے سال سے جب کہ ان کی عمر پچیس سال تھی تکمیل علوم و فنون کے خیال سے مولانا نے شام کا قصد کیا اور اس زمانے کے دستور کے مطابق ...... مدرسہ جلادیہ کے دارالاقامہ میں قیام کیا۔ طالب علمی کے ہی زمانے میں زبان عربی، فقہ، حدیث، تفسیر اور معقولات میں فضل و کمال حاصل کر لیا جب کبھی بھی کوئی مشکل مسئلہ یا بحث در پیش آتی اور کسی سے حل نہ ہوتی تو لوگ ان ہی کی طرف رجوع کرتے۔ ایک زمانہ کے بعد جب سید برہان الدین قونیہ آئے تو شاگرد استاد کی ملاقات ہوئی دونوں ایک دوسرے کے گلے ملے اور تا دیر بے خودی کے عالم میں رہے۔ بے خودی طاری رہا۔ سکون اور افاقہ کے بعد سید نے مولانا کا امتحان لیا اور جب تمام علوم میں ان کو کامل پایا تو کہا اب صرف علم باطنی کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



تعلیم روحانی ہے اور یہ تمہارے بزرگ والد کی امانت ہے جو میں تم کو دیتا ہوں۔ اب تک مولانا پر علوم ظاہری کا غلبہ تھا اور وہ بزعم خود اہل علم میں خود کو ممتاز سمجھتے تھے اور خود علم دین کی ترویج کے سلسلے میں شاگردوں کو علوم دینیہ کا درس دیتے تھے وعظ بھی کہتے تھے اور فتویٰ بھی لکھتے تھے انھیں سماع سے سخت پرہیز تھا اور نہایت درجہ احتراز تھا۔ اب ان کی زندگی کا دوسرا دور شروع ہوا جو در اصل حضرت شمس تبریز کی ملاقات سے شروع ہوتا ہے حضرت شمس تبریز کے والد محترم کا نام علاء الدین تھا تعلیم کی تکمیل کے بعد یہ بابا کمال خجندی کے مرید ہوئے یہ سوداگروں کے لباس میں سفری زندگی اختیار کیے ہوئے تھے اکثر مختلف مقامات کی کاروان سراؤں میں قیام کرنے کی صورت پیش آتی رہتی تھی جہاں یہ مراقبہ اور مجاہدہ فرماتے ایک روز انھوں نے خلوص دل سے دعا مانگی کہ الٰہی مجھے کوئی ایسا خاص بندہ ملے جو میری صحبت کا متحمل ہو دعا کی حالت میں عالم غیب سے اشارہ ہوا کہ تم روم جو ایشیائے کوچک میں ہے وہاں جاؤ یہ اسی وقت چل پڑے اور سفر ختم کر کے قونیہ پہنچ گئے جہاں پہنچ کر برنج فروشوں کی سرائے میں حسب معمول اترے۔ مولانا کو ان کے آنے کا حال معلوم ہوا تو وہ ان سے ملنے کو چلے راستہ میں جو بھی ملتا تھا ان کی قدم بوسی کرتا تھا یہ اسی شان سے سرائے کے دروازے پر پہنچے شمس تبریزی نے بھی سمجھ لیا کہ یہی شخص ہے جس کے لیے بشارت ملی ہے۔ دونوں بزرگوں کی آنکھیں چار ہوئیں اور دیر تک زبان حال سے باتیں ہوتی رہیں شمس تبریزی نے مولانا روم سے پوچھا کہ ذرا بتاؤ بایزید بسطامی کے ان دو واقعات میں کیسے ہیں —— ہوگی کہ ان کو ایک طرف تو یہ خیال تھا کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خربوزہ نہیں کھایا اسی خیال کے ماتحت خود بھی ساری عمر خربوزہ نہیں کھایا اور نہ کھانا پسند کیا کیونکہ یہ پتہ نہ تھا کہ اگر کھایا ہوگا تو کیسے کھایا ہوگا دوسری بات یہ کہ وہ خود اپنے لیے فرماتے ہیں کہ "سبحانی ما اعظم شانی" یعنی اللہ رے میری شان کس قدر بلند ہے حالانکہ اللہ کے رسول نے اپنی تمام شان اور عظمت کے باوجود فرمایا کرتے تھے میں دن میں ستر بار استغفار کرتا ہوں۔ مولانا نے فرمایا کہ بایزید بسطامی گرچہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اے کے برنگ تھے لیکن مقام ولایت پر وہ ایک جگہ ٹھہر گئے تھے ان کے [illegible]
صلی اللہ علیہ وسلم منازل تقرب میں مسلسل ایک مرتبہ سے دوسرے مرتبہ پر ترقی کر [illegible]
الغرض مولانا اور شمس تبریزی کئی ماہ چلہ کش رہے اس ——— کتاب ——— کرو [illegible]
ہمنا یا ان تنہر [illegible] جس سے نفرت تھی اب اس سے دلچسپی ہو گئی [illegible]
ملک سارے شہر میں یہ بات پھیل گئی کہ فیض رساں مولانا کا فیض [illegible]
جا رہا ہے کیوں کہ اب مولانا کی دلچسپی درس و تدریس و عظ و پند سے یکسر جاتی رہی تھی [illegible]
اس قدر پھیلی کہ شمس تبریزی فتنہ و فساد کے بھڑکنے کے خیال سے راتوں رات [illegible]
نکل گئے اور دمشق جا پہنچے مولانا کو شمس تبریزی کی مفارقت اس قدر کھلی کہ وہ کسی کام کے
رہ گئے روز ——— رہتے اور صدمہ مفارقت سے روتے تھے بالآخر انھوں نے لوگوں
سے ملنا جلنا ترک کر دیا یہ دیکھ کر لوگوں کو ندامت ہوئی اور وہ دمشق جا کر مولانا شمس تبریز
کو راضی کر کے واپس لائے۔ جو لوگ شمس تبریزی کو منا کر واپس لانے کے لیے جماعتی حیثیت
تیار ہوئے ان میں مولانا کے فرزند رشید سلطان اس قافلہ کے سالار تھے۔ الغرض یہ لوگ م
کا خط لے کر روانہ ہوئے بڑی مشکل سے دمشق میں ان کا پتہ چلا۔ جا کر مولانا کا خط دیا ا
ہزار اشرفیاں نذر کیں شمس تبریزی نے کہا کہ مجھے ان ٹھیکریوں کی ضرورت نہیں مولانا کا نام کا
ہے۔ الغرض وہ کچھ دن کے بعد ان سبھوں کے ساتھ دوبارہ قونیہ تشریف لائے ان سب [illegible]
از حد استقبال ہوا بہت ذوق شوق سے ان کا جلوس بنا کر مولانا اپنے گھر لائے اب بڑے جو
و خروش کی محفلیں ہونے لگیں جب مجلسوں کی دلچسپیوں نے سماع کی محفل گرم کی اور با
تعلقات نے ذوق و شوق کو مستمر کیا تو پھر لوگوں کو یہ باتیں ناگوار ہونے لگیں۔ اس بار مولا
کے ایک شاگرد اور فرزند علاء الدین چلپی سب کا سرغنہ بنا جس کی درازی [illegible] شمس
کو زیادہ ناخوش کر دیا چنانچہ ایک دفعہ چپکے سے ایسا نکل گئے کہ پھر کسی کو پتہ نہ چلا کہ وہ کہاں گئے
بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ ان کو زہر دے دیا گیا واللہ اعلم بالصواب [illegible]

© rasailojaraid.com

ہو کہ یہ حرکت مولانا کے بیٹے علاء الدین نے کی اسی کتاب میں شمس تبریزی کی تاریخ شہادت [illegible] لکھی ہے۔

مولانا کی صحبت دو سال ان کے ساتھ رہی مولانا ریاضت و مجاہدہ میں یکتا تھے کبھی نماز قضا نہیں کی نماز میں بے حد استغراق تھا اکثر عشاء کی نماز کی نیت باندھ کر صبح کر دی۔ کہا جاتا ہے کہ ایک روز جاڑے میں ان پر اس قدر گریہ طاری ہوا کہ ان کے آنسو ان کی داڑھی پر جم گئے۔ مولانا کبھی کوئی خزانہ پاس نہ رکھتے تھے، بے نیازانہ مزاج تھا اکثر گھر میں تنگی رہتی فیاضی اور ایثار کا یہ عالم تھا کہ کبھی سائل محروم نہیں گیا —— لباس جو بھی سامنے آیا دے دیا اکثر بیٹھے بیٹھے کھڑے ہو جاتے کبھی کبھی عجیب و غریب حالت طاری ہو جاتی تھی کبھی چپکے سے نکل جاتے سماع کی مجلسوں میں کبھی ایسی بیخودی طاری ہوتی کہ کئی کئی دن ہوش نہ آتا تھا مستی اور سکر کی حالت میں قوالوں کو جسم سے کپڑے اتار کر دے دیتے تھے۔ مستی اور سرور اور وجد کی حالت طاری رہتی تھی ۶۷۲ھ میں قونیہ میں بڑے زور کا زلزلہ آیا یہ زلزلہ مسلسل چالیس روز قائم رہا۔ تمام لوگ سراسیمہ اور پریشان ہو گئے آخر مولانا کے پاس آ کر استدعاء دعا کی۔ مولانا نے فرمایا کہ "زمین بھوکی ہے لقمہ تر چاہتی ہے" وہ انشاءاللہ کامیاب ہو گی" چند روز بعد آپ کا مزاج ناساز ہوا۔ اطبائے کامل فن علاج میں مشغول ہوئے مگر تشخیص مرض سے عاجز رہے مولانا سے پوچھا تو وہ مطلق اطباء کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ لوگ ناامید ہو گئے سارے شہر میں کہرام برپا ہو گیا۔ تمام امراء علماء مشائخ حاضر ہوئے جو بے اختیار چیخیں مار مار کر روتے تھے۔ بالآخر جمادی الثانی ۶۷۲ھ کو ۵ تاریخ روز یکشنبہ دن دو بجے وقت، معرفت الٰہی کا سورج ڈوب گیا۔ ہر مذہب کے لوگ شریک ہوئے۔ عیسائی، موسائی، مسلمان، بیشمار آدمی تجہیز و تکفین میں رہے۔ یہ تھے مولانا روم علیہ الرحمۃ

خلاصہ بحوالہ شبلی مرحوم۔

خود مولانا فرماتے ہیں کہ مولانا روم کا قول ہے کہ ——

میں نے یہ مثنوی جو رموز نکات رشد و ہدایات کا مجموعہ ہے اپنے آثار دست پناہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



مقتدا، یقین صبح دوران، عارفوں کے شیخ، ہدایت اور ........ نعمت خدا کا خزینہ خدا کی امانت، بزرگ ترین رہنما ابوالفضائل حسام الدین حسن بن محمد بن حسن اخی معروف ابن اخی ترک کی تحریک پر لکھی بات دراصل یہ تھی کہ حضرت شمس تبریز کی مفارقت نے مولانا کو وہ طبعی تجسس لگائی کہ ان کی ساری شعری صلاحیت اک بارگی ابھر آئی پھر حسام الدین نے ایک مرتبہ استدعا کی کہ شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب منطق الطیر کے طرز پر ایک مثنوی لکھی جائے جواباً مولانا نے فرمایا کہ رات آپ سے آپ خود مجھ کو بھی یہی خیال آیا تھا چنانچہ اس وقت میں نے چند شعر کہے تھے۔

حقیقت حال یہ ہے کہ نصف مثنوی میں حقیقی محرک مولانا شمس تبریزی رحمۃ اللہ کا عطا کردہ علم معرفت روحانی کمال اور ان کی یعنی مولانا روم کی ذاتی صلاحیت کو دخل تو ہے ہی لیکن دراصل اس کا محرک ان کی مفارقت کے نتیجے میں قلبی سوز و گداز اور شدت احساس ہے بجز یہ یہ کہ ان کے ہم جلیس یا ایسے شاگرد جو استاد کے عزیز ساتھی تھے مولانا حسام کی تحریک بھی دخل انداز ہے چنانچہ مثنوی شریف کے چھ دفتر ہیں اور پہلے دفتر کے علاوہ کردہ ایک کیفیت خاص کی بنیاد پر ہے بقیہ پانچوں دفتر ضیاء الحق حسام الدین کے نام سے مشہور ہیں۔

اب ہم اصل موضوع سے متعلق اظہار رائے اور خیال ضروری سمجھتے ہیں۔

مثنوی شریف مذکورہ اپنی مجموعی حیثیت سے جس پایہ کی نظم ہے وہ محتاج بیان نہیں تصوف کے سلسلے کی لکھی ہوئی متعدد مثنویاں سامنے رکھ کر اگر ان کا مطالعہ کیا جائے تو اس کی عظمت ہمہ گیری اور جامعیت کا اندازہ ہو سکے گا۔

Dr. Zakir Husain Library, Jamia Nagar, J.M.I. New Delhi

© rasailojaraid.com